رفاہ عامہ: امام علی علیہ السلام کی نگاہ میں

Social Welfare from the view point of Imam Ali(A.S)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Habib -ul Hassan
Faculty member Jamiah-Alraza, Bara Kahu, Islamababad.
E-mail: Noor.marfat@gmail.com

Abstract: The provision of all the basic needs and facilities of human life in a society is called "welfare". In other words, if all the basic facilities of education, health, employment and support are available to the members of a society, it is called a prosperous society. In such a society, it is considered a duty to take care of poor, helpless
s and helpless people.

Of course, Islam has put a lot of emphasis on creating such an Islamic society. Prophet ﷺtook practical steps to establish Such a welfare society in Madinah. After the demise of the Holy Prophet, we see the formation of such a welfare society during the reign of Hazrat Ali (peace be upon him) in which practical arrangements were made to provide the basic needs of the people.

Hazrat Amirul Momineen (A.S.) tried hard during his short but fair reign to ensure that justice prevails in the society, that the basic necessities of life are easily provided to the people and that no one is discriminated against without privilege. In this paper, the struggle of Hazrat Ali (A.S) for the establishment of such a welfare society has been examined.

Key words: Society, Welfare, Public, Basic Needs, Education, Health, Employment, Justice.

خلاصہ

لغت میں کسی معاشرے میں انسانی زندگی کی تمام بنیادی ضروریات اور سہولیات کے فراہم ہونے کا نام "رفاہ" ہے۔ دوسرے الفاظ میں کسی معاشرے کے افراد کو تعلیم، صحت، روزگار اور کفالت کی تمام بنیادی سہولیات میسر ہوں اسے رفاہ یافتہ معاشرہ کہا جاتا ہے۔ ایسے معاشرے میں نادار، بے بس اور لاچار لوگوں کی دلجوئی کو ایک فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ یقیناً اسلام نے ایک ایسا اسلامی معاشرہ تشکیل دینے پر بہت زور دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسا رفاہی معاشرہ قائم کرنے کے لیے عملی اقدامات انجام دیے۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد ہمیں حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت میں بھی ایک ایسا فلاحی اور رفاہی معاشرہ تشکیل پاتا نظر آتا ہے جس میں لوگوں کی بنیادی ضروریات فراہم کرنے کا عملی اہتمام کیا گیا۔ حضرت المؤمنین علیہ السلام نے اپنے مختصر لیکن عادلانہ دور حکومت میں بہت کوشش کی کہ معاشرے میں عدل و انصاف رائج ہو، لوگوں کو ان کی زندگی کی بنیادی ضروریات آسانی سے فراہم ہوں اور بغیر استحقاق کے کسی کو کوئی امتیاز نہ دیا جائے۔ اس مقالہ میں ایک ایسے رفاہی معاشرہ کے قیام کے لیے حضرت علی علیہ السلام کی تگ و دو کا جائزہ لیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: معاشرہ، رفاہ، عامہ، بنیادی ضروریات، تعلیم، صحت، روزگار، عدل انصاف۔

تمہید

لغت میں "رفاہ" زندگی کے خوشگوار اور آسودہ ہونے کو کہتے ہیں۔ یہ اس وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ جب انسان کی زندگی کی تمام بنیادی ضروریات اور سہولتیں میسر ہوں۔ جس میں تعلیم، صحت، روزگار اور افراد کی ضروری کفالت وغیرہ سب کا مناسب انتظام ہو۔ مہذب معاشرہ جن اصولوں اور قدروں سے تشکیل پاتا ہے اس میں رفاہ عامہ کی سرگرمیاں مٹی گارے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ معاشرہ جس میں نادار، بے بس اور لاچار لوگوں کی دلجوئی ایک فریضہ سمجھ کر ادا کیا جائے وہ مثالی معاشرہ کہلانے کے لائق ہے۔ ایسے معاشرے میں یتیموں، ناداروں، بے آسرا اور غم روزگار کے ستائے ہوئے لوگوں کو بوجھ نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ ان پر اپنا سرمایہ خرچ کرکے ان کو اپنائیت کا احساس دلا کر ان کو محرومی سے بچایا جاتا ہے۔ اگر ہم رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد آپ ﷺ کے قائم فرمائے ہوئے فلاحی اور رفاہ عامہ پر مشتمل معاشرے کا کوئی کامل نمونہ دیکھنا چاہیں تو ہمیں حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت کا وہ معاشرہ نظر آئے گا جس میں مذکورہ بالا تمام قدروں کو قائم کرنے کا عملی اہتمام اور اقدامات دکھائی دیتے ہیں، امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی مختصر لیکن عادلانہ حکومت میں بہت کوشش کی کہ معاشرے میں عدل و انصاف رائج ہو، لوگوں کو ان کی زندگی کی ضروریات آسانی سے فراہم ہوں،

بیجا امتیازات ختم ہوں، واقعی ایک خوشحال معاشرہ تشکیل پائے۔ ذیل میں رفاہ عامہ کی ان قدروں کا ذکر کریں گے جو حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں ایک آئیڈیل معاشرے میں ہونا ضروری اور اہم ہیں:

ا۔ تعلیم وتربیت

زیر نظر سطور میں علم اور اس کی فضیلت و اہمیت بیان کرنا مقصود نہیں صرف اپنے مقالے کی حدتک رہتے ہوئے رفاہ عامہ میں علم کی اہمیت کے حوالے سے امیر المؤمنین علیہ السلام کے بیشمار اقوال و فرمودات میں سے چند ایک کو بعنوان شاہد پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے کی خوشحال زندگی کا دار و مدار اس پر ہے کہ معاشرے میں تعلیم عام ہو اور اس کے سیکھنے پر تاکید و ترغیب اور سہولیات فراہم کی جائیں۔ حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: "علم حاصل کرو اگر تم غنی ہو تو وہ زینت بخشے گا اور نادار ہو تو تمہارے اخراجات کا ضامن ہو گا اور تمہیں کج روی و بے صبری سے بچائے گا۔"[1] ایک مقام پر علم کا فائدہ بیان فرماتے ہیں: "جس نے عمل کرنے کے لئے علم حاصل کیا اسے اس کی کساد بازاری وحشت زدہ نہیں کرے گی۔"[2] امام علی علیہ السلام بذات خود بھی علم سکھانے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جب علی علیہ السلام نماز فجر ادا کرتے تو طلوع آفتاب تک برابر تعقیبات میں مصروف رہتے اور جب سورج نکلتا تو آپؑ کی خدمت میں فقراء و مساکین اور دوسرے لوگ جمع ہوتے اور آپؑ ان کو فقہ اور قرآن سکھاتے تھے۔[3]

۲۔ کام کرنے کی تاکید

انسان کی زندگی میں آسانی اور خوشحالی اس وقت آتی ہے کہ جب آدمی خود اس کے لئے سعی و کوشش کرے۔ بیکاری اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے زندگی میں چین و سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے انسان کے لئے رزق مقدر کے حصول کے لئے بھی حرکت کرنا لازم قرار دیا ہے۔ یہ خدا کی سنت میں نہیں ہے کہ آدمی کو اس کے مقدر کا رزق بھی اس کے منہ میں لاکے ڈال دے بلکہ اس کے لئے حرکت کرنا ہو گی۔ حضرت علی علیہ السلام کام کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"انی لابغض الرجل یکون کسلان من امر دنیاه، لانه اذا کان کسلان من امر دنیاه فهو فی امر آخرته اکسل"[4] ترجمہ: میں آدمی کے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے دنیوی امور میں سست ہو، کیونکہ اگر وہ اپنے دنیوی کاموں کی انجام دہی میں سست ہو تو آخرت کے بارے میں زیادہ ہی سست ہو گا۔ "امام علیہ السلام اس حدیث میں واضح طور پر فرمارہے ہیں کہ علیؑ کی نگاہ میں اپنی زندگی کے امور کو انجام نہ دینا پسندیدہ کام نہیں ہے اور یہ ایسی بُری صفت ہے جس کو علی علیہ السلام پسند نہیں فرماتے ہیں۔ کیونکہ سست و کاہل آدمی دوسروں کے لئے

بوجھ بن جاتا ہے بلکہ روایت ہے کہ "جو شخص اپنا بوجھ دوسروں کے اوپر ڈالتا ہے وہ ملعون ہے۔ "اور ایسے افراد کی کثرت ہو تو معاشرہ خوشحال نہیں ہو سکتا۔ یہ مذمت سست و کاہل لوگوں کے بارے میں ہے۔ دوسری جانب امام علیہ السلام کام کرنے والوں کی فضیلت بھی بیان فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا:

من طلب الدنیا حلالا تعطفا علی والده او ولده او زوجتة، بعثه الله تعالی و وجهه علی صورة القمر لیلة البدر[5] ترجمہ: "جو کوئی اپنے والد یا اولاد یا بیوی کے اوپر مہربانی اور آسائش کی خاطر حلال روزی طلب کرے تو اللہ سبحانہ و تعالی روز قیامت اسے ایسے حال میں اٹھائے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا۔

یہ ساری تاکید اس امر کی خاطر ہے کہ لوگ کام کاج کریں اور اپنی معیشت کو بہتر اور منظّم طور پر چلائیں۔ کوئی دوسرے کی کمائی یا اس کی آمدنی پر انحصار نہیں کرے، بلکہ ہر شخص اپنی علمی مہارت کے ذریعے روزگار کے مواقع اور وسائل پیدا کر سکے گا اور اپنا گذر بسر کرے گا، یوں سب کی عمومی زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔

۳۔ زرعی ترقیاتی کاموں کی ترقی و توسیع

ایک معاشرے کی ترقی و خوشحالی اس پر موقوف ہے کہ وہ معاشرہ اپنی زرعی پیداوار کے لحاظ سے خود کفیل ہو۔ اس کام کے لئے ضروری ہے کہ زمین کی آبادکاری پر توجہ دی جائے، اگر کسی ملک میں پانی اور زمین وافر مقدار میں ہو تو وہ ملک آسانی سے لوگوں کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے کسی کا محتاج نہیں رہتا ہے، اور لوگ خوشحال زندگی گزارتے ہیں۔ امام علی علیہ السلام نے اس پر بہت اہمیت دی ہے آپ خود بھی اپنے دست مبارک سے کنویں کھودتے تھے بنجر زمینوں کو آباد کیا کرتے تھے اور پھر ان آباد باغات یا زمینوں کو یا ان کنوؤں کو وقف فرماتے تھے۔ اس امر کی تاکید کرتے ہوئے آپ اپنے ایک نمایندے کو دستور دیتے ہیں:

"خدا کی حمد و سپاس کے بعد! تمہاری حکومت کی قلمرو سے کچھ اہل کتاب نے خبر دی کہ ان کے علاقے کی ایک نہر بند اور خراب ہو گئی ہے اس کو تعمیر کرنے میں مسلمانوں کا علاقہ آباد ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں تم اور وہ لوگ مل کر آباد کرنے کی تدبیر کریں اور نہر کو آباد کریں۔ میری جان کی قسم کہ وہاں کے باشندوں کو آباد کرنا اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ وہ وہاں سے کوچ کریں یا تہی دست ہو جائیں۔ یا شہروں کو آباد کرنے میں کوتاہی کریں۔ والسلام "[6]

نیز اس سلسلے میں امام علیہ السلام نے مالک اشتر کو بھی جبایہ اور خراج لینے کے حوالے سے دستور میں فرمایا:

"و تفقد امرالخراج بما یصلح اهله، فان فی صلاحه و صلاحهم صلاحا لمن سواهم، و لا صلاح لمن سواهم الا بهم، لان الناس کلهم عیال علی الخراج و اهله۔ و لیکن نظرک فی عمارة الارض ابلغ من نظرک فی استجلاب الخراج، لان ذالک لایدرک الا بالعمارة، ومن طلب

الخراج بغير عمارة اخرب البلاد، واهلک العباد، ولم يستقم امره الا قليلا، فان شکوا ثقلا او علة، او انقطاع شرب او بالة، او احالة ارض اغتمرها غرق او اجحف بها عطش، خففت عنهم بما ترجو ان يصلح به امرهم، ولايثقلن عليک شیء خففت بهم المؤنة عنهم، فانه ذخر يعودون به عليک فی عمارة بلادک و تزيين ولايتک۔"[7]

ترجمہ: "ٹیکس کے معاملے میں ٹیکس ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا کیونکہ ٹیکس اور ٹیکس دہندگان کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کئے جا سکتے ہیں۔ سب اسی ٹیکس اور ٹیکس دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں، اور ٹیکس کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا، کیونکہ ٹیکس بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، اور جو زمین کو آباد کئے بغیر ٹیکس چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے، اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ اب اگر وہ ٹیکس کے بوجھ، یا کسی قدرتی آفت، یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آبپاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی نہ ہونے کے باعث فصل کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو ٹیکس میں اتنی کمی کردو جس سے تمہیں گرانی محسوس نہ ہو، کیونکہ انہیں زیرباری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب وزینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے۔"

اسی طرح زراعت میں توسیع دینے کے اوپر تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"ان معايش الخلق خمسة: الامارة والعمارة والتجارة والاجارة والصدقات۔۔۔۔ واما وجه العمارة فقوله تعالى: هو انشاءکم من الارض و استعمرکم فيها، (سوره هود/٦١) فاعلمنا سبحانه انه قد امرهم بالعمارة، ليکون ذالک سببا لمعايشهم بما يخرج من الارض، من الحب، والثمرات وما شاکل ذالک مما جعله الله معايش للخلق۔"[8]

ترجمہ: "لوگوں کی زندگی کا دار و مدار پانچ چیزوں پر ہے: حکومت، تعمیراتی کام، تجارت، اجارات، مالیات اور صدقات خیرات۔۔۔۔۔۔۔جی ہاں زرعی پیداوار پر توجہ اس لئے دینی چاہئے کہ خود اللہ سبحانہ و تعالی نے ارشاد فرمایا: "اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اس میں آباد کیا ہے۔" اس زرعی پیداوار سے تو لوگوں کی زندگی چلتی ہے ان کی زندگی کا دار و مدار ان ہی چیزوں پر ہے جو زمین سے اگتی ہیں۔ جیسے اناج، پھل اور اس کے مانند دوسری زمینی پیداوار کہ جن میں خدا نے لوگوں کی معیشت رکھی ہے۔"

ایک اور مقام پر امام علیہ السلام ان لوگوں کی مذمت فرماتے ہیں جن کے پاس زمین اور پانی دونوں ہیں لیکن وہ غربت و فاقہ کا سامنا کرتے ہیں ارشاد فرمایا: "من وجد ماء و ترابا ثم افتقر فابعده الله۔"ترجمہ: "جس کے پاس زمین

اور پانی دونوں ہوں اور وہ فقیر بنا رہے تو سمجھ لینا کہ اللہ نے اسے اپنی رحمت سے دُور فرمایا ہے۔"[9]

۴۔ صنعتی امور کی ترقی و توسیع

وہ امور جن سے کسی بھی معاشرے کے لوگوں کی زندگی آسودہ اور خوشحال ہو سکے ان میں سے ایک اہم کام صنعتی ترقی اور توسیع ہے۔ جب ملک میں اقتصادی رونقیں نہ ہوں، لوگ مختلف ہنر اور فنون کو نہ جانتے ہوں تو بہتر زندگی نہیں گزار سکتے۔ جس کو ہنر آتا ہے وہ کبھی بیکار یا بے روزگار نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا اقتصادی امور پر توجہ دینا چاہئے۔ چنانچہ اس بارے امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: "حرفة المرء كنز" یعنی آدمی کے لئے ہنر ایک خزانہ ہے۔[10] نیز ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

"ان الله يحب المحترف الامين۔"[11] ترجمہ: "یقیناً اللہ امین ہنر مند کو دوست رکھتا ہے۔"

آدمی کو کم سے کم ایسا ہنر آنا چاہئے کہ جس کے ذریعے وہ اپنی زندگی کا چرخہ آسانی سے چلا سکے۔ چاہے وہ ایک چھوٹا سا پیشہ کیوں نہ ہو۔ امام علیہ السلام نے اپنی تعلیمات میں ان امور پر بہت توجہ دلائی ہے اور ایک چھوٹے سے پیشے کو بھی اہمیت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

عن ام الحسن النخعية: مربى اميرالمؤمنين عليه السلام فقال: اى شىء تصنعين يا ام الحسن؟ قلت:اغزل، فقال: اما انه احل الكسب۔ او من احل الكسب۔[12]

ترجمہ: "ام الحسن نخعی سے نقل ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ امیر المؤمنین میرے پاس سے گزر رہے تھے آپ (ع) نے مجھ سے پوچھا: ام حسن! تم کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اون کات رہی ہوں، امام نے فرمایا: جان لو کی یہ حلال ترین کسب وکار ہے۔ (حلال ترین کام میں سے ہے۔

امام اس فرمان میں اون کاتنے کو بھی بڑی اہمیت دیتے ہیں۔

۵۔ تجارت کی ترقی و توسیع

جس طرح سے لوگوں کی اچھی اور خوشحال زندگی کے لئے زراعت کے میدان میں ترقی اور اس میں خود کفیل ہونا ضروری ہے اسی طرح تجارت کے میدان میں بھی ترقی ضروری ہے اور واضح ہے کہ یہ ترقی صرف اندرونی حد تک نہ رہے بلکہ اس پیداوار کو برآمد بھی کیا جاسکے تاکہ اس کے بدلے میں اپنی دوسری ضروریات کی اشیاء درآمد کی جاسکیں البتہ یہ نکتہ قابل اہمیت ہے کہ لوگوں کی ضروریات کا انحصار جس حد تک درآمدات پر کم سے کم ہو وہ معاشرہ خوشحالی اور خودکفیلی کی جانب تیز رفتاری سے بڑھتا ہے۔ پس تجارت صرف اندرون ملک تک نہ رہے

بلکہ ایکسپورٹ بھی ہونا چاہئے۔ لیکن اس سے پہلے لازم ہے کہ خود اپنی عوام خود کفیل ہوں۔ اسی کے بارے میں امام علیہ السلام تاکید فرماتے ہیں:

"تعرضوا للتجارة، فان فیها غنی لکم عما فی ایدی الناس۔[13]"

ترجمہ: "تم تجارت کرو کیونکہ تجارت میں تمہارے لئے بے نیازی ہے اور تم دوسروں کے دست نگر نہیں رہوگے۔"

نیز ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:۔

للموالی۔ اتجروا، بارک الله لکم، فانی قد سمعت رسول اللهﷺ یقول: الرزق عشرة اجزاء تسعة اجزاء فی التجارة و واحدة فی غیرها۔"[14]

ترجمہ: "موالیوں (مراد اس وقت جو ایرانی اور غیر عرب لوگ تھے) کو چاہئے کہ تجارت کریں، اللہ تمہارے لئے برکت دے، بتحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: رزق کے دس اجزاء ہیں، نو اجزاء تجارت میں ہیں اور ایک جزء دوسرے کاموں میں ہے۔"[15]

اسی طرح امیر المؤمنین علیہ السلام جناب مالک اشتر کو خط میں بھی اس بارے تاکید فرماتے ہیں:

"ثم استوص بالتجار و ذوی الصناعات، واوص بهم خیرا، المقیم منهم و المضطرب بما له و المترفق ببدنه، فانهم مواد المنافع و اسباب المرافق و جلابها من المباعد والمطارح فی برک و بحرک، و سهلک و جبلک و حیث لا یلتئم الناس لمواضعها ولایجتئرون علیها، فانهم سلم لاتخاف بائقته، و صلح لا تخشی غائلته و تفقد امورهم بحضرتک و فی حواشی بلادک۔"

ترجمہ: "پھر تمہیں تاجروں اور صنعتکاروں کے خیال اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو ان کے متعلق بھلائی کی ہدایت کی جاتی ہے، خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت (مزدوری یا دستکاری) سے کمانے والے ہوں، کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے مہیا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ضروریات کو خشکی، آبی، میدانی علاقوں اور پہاڑوں ایسے دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں، تم ان کی خبر گیری کرتے رہو۔"

امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں تجارت و صنعت ملک و معاشرے کی

خوشحالی کا ضامن ہوتی ہے اور اس پر توجہ دینے کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہاں یہ بھی لازم ہے کہ ان تجارت و صنعت پیشہ افراد کو اس کام میں ضروری وسائل بھی فراہم کیا جانا چاہئے اور ان کی ضروری مدد بھی ہونی چاہئے تاکہ وہ لوگ آسانی سے یہ کام کر سکیں اور ان کی بہتری سے معاشرے میں خوشحالی کا آنا ممکن ہوتا ہے۔

۶۔ بازار پر کنٹرول

لوگوں کا معاشی نظام اس وقت صحیح رہ سکتا ہے جب عوام کو ان کی ضرورت کی اشیاء ارزاں قیمت پر دستیاب ہوں۔ بلاوجہ کی مہنگائی نہ ہو، سود خوروں کا محاسبہ ہو اسی طرح سے ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کو گرفت میں لیا جاتا ہو۔ ان امور کو کنٹرول کرنا ایک اچھے، دیندار، ہمدرد اور عادل حکمران کی ضرورت اور ذمہ داری ہوتی ہے۔ امام علی علیہ السلام اس معاملے میں بہت توجہ دیتے ہیں۔ اپنے دور حکومت میں دست مبارک میں درہ لے کر بازار کا دورہ فرماتے ہیں اس بارے روایت میں آیا ہے:

"انه (علی علیه السلام) کان یمشی فی الاسواق و بیده درة یضرب بها من وجد من مطفف او غاش فی تجارة المسلمین، قل الاصبغ: قلت له انا اکفیک هذا یا امیر المؤمنین، واجلس فی بیتک !قال:ما نصحتنی یا اصبغ۔"[16]

ترجمہ: "بتحقیق علی علیہ السلام اپنے ہاتھ میں درہ لے کر بازاروں کا دورہ کرتے تھے اور جس کو بھی مسلمانوں کے ساتھ ناپ تول میں کمی یا چیزوں میں ملاوٹ کرتا ہوا پاتے اس کو اسی درہ سے مارتے تھے، اصبغ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا "اے امیر المؤمنین (علیہ السلام) یہ کام میں کروں گا آپؑ اپنے بیت الشرف میں تشریف رکھیئے، یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: اصبغ تم نے میرے لئے کوئی اچھی بات نہیں کی۔"

اس طرح امیر المؤمنین علیہ السلام دکانداروں کو دستور دیتے ہیں کہ تجارت سے پہلے معاملات کے احکام سیکھ لیا کریں۔ کبھی عام اشیاء فروخت کرنے والے دکاندار کے پاس جاتے ہیں اور فرماتے ہیں: "احسنوا، ارخصوابیعکم علی المسلمین، فانه اعظم للبرکة۔"[17] ترجمہ: "تم صحیح تجارت کرو اور مسلمانوں کو چیزیں سستی فروخت کرو، کیونکہ اس میں زیادہ برکت ہے۔"

اس سے تجارت کے مسائل سیکھنے کی تاکید فرماتے ہیں، کبھی قصاب کی دکان پر جا کر اس کو ضروری ہدایات دیتے ہیں۔ یہ سب اس امر کی خاطر ہے کہ کوئی تاجر حرام معاملات میں مبتلا نہ ہو یا عوام کو دھوکہ نہ دے یا ذخیرہ اندوزی کے ذریعے معاشی بحران پیدا نہ کرے۔ یہ بہت اہم اور بنیادی فیکٹر ہے جس کے بہتر طور پر قائم رہنے سے

لوگوں کا نظام معیشت منظّم رہتا ہے ہر شخص اپنی بنیادی ضروریات کو آسانی سے حاصل کر سکتا ہے، جس کے نتیجے میں زندگی خوشگوار اور پُر سکون ہوتی ہے۔ چنانچہ اس بارے امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

۷۔مالیات لینا

کسی بھی حکومت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کی زندگی آسان بنانے کے عملی اقدامات کرے۔ یہ ہدف حکومتی ذخیرہ یعنی بیت المال کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے اور بیت المال تو عوامی مالیات کی جمع آوری سے تشکیل پاتا ہے لہٰذا لازم ہے کہ اس کا بھی ایک بہتر طریقہ ہو نہ بیجا مالیات لئے جائیں اور نہ ہی بیجا چھوٹ دی جائے۔ بلکہ وہ لوگ جو واقعاً متمول ہیں ان سے ان پر شرعی حکومت کی جانب سے واجب مالیات لئے جائیں اور ایسے لوگ خود بھی ان مالیات کی ادائیگی کے پابند ہوں کیونکہ معاشرہ کی بقاء ان کی واجب ادائیگیوں پر موقوف ہوتی ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس بارے فرماتے ہیں:

"و تفقد امر الخراج بما يصلح اهله فان فی صلاحه و صلاحهم صلاحا لمن سواهم، ولا صلاح الا بهم، لان الناس كلهم عيال على الخراج و اهله:"[18]

ترجمہ: ٹیکس کے معاملہ میں ٹیکس ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ ٹیکس اور ٹیکس دہندگان کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کیئے جا سکتے ہیں۔ سب اسی ٹیکس اور ٹیکس دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں۔ جیسا کہ روایت ہے کہ معاشرہ تین قسم کے افراد کا محتاج ہے: ایک عادل فقیہ دوسرا حاکم اور تیسرا خیر شخص" معاشرے میں اگر ایسے افراد موجود ہوں جو غریبوں اور ناداروں کا خیال رکھتے ہوں تو اس معاشرے میں خوشحالی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر امیر غریب کو نظر انداز کرے تو طبقاتی امتیاز بڑھ جاتا ہے اور چونکہ ہر معاشرے میں متوسط طبقہ کی تعداد زیادہ جبکہ دولتمندوں کی تعداد کم ہوتی ہے جس کے نتیجے میں بہر حال اس معاشرے میں لوگوں کی زندگی خوشگوار نہیں ہوتی ہے۔ پس کسی بھی معاشرے کی ترقی و خوشحالی کا دارومدار اس پر ہے کہ وہاں کے مالدار لوگ ان پر واجب مالیات ادا کریں اور ساتھ میں انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مزید بھی محتاجوں کی مدد کریں۔

۸۔لوگوں کے حقوق کی ادائیگی

ایک معاشرے کی عمومی خوشحالی اور رفاہی بہتری کے لئے ضروری ہے کہ ان کے حقوق ادا کئے جائیں۔ امام علی علیہ السلام نے جنگ صفین کے موقع پر ایک دن خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد یوں ارشاد فرمایا: " اللہ نے میرے اوپر تمہارا ایک حق رکھا ہے کیونکہ میں تمہارا حکمران ہوں، اور میرا بھی تمہارے اوپر اسی طرح ایک حق

ہے۔فالحق اوسع الاشیاء فی التواصف و اضیقها فی التناصف لا یجری لاحد الا جری علیه ولا یجری علیه الا جری له، حق تعریف کے لحاظ سے تمام چیزوں سے وسیع تر ہے یعنی آسان ہے لیکن مقام عمل میں حق پر عمل کرنا بڑا دشوار ہے حق کسی کے فائدے میں جاری نہیں ہوتا مگر اس کے خلاف بھی جاری ہوتا ہے اور کسی کے ضرر میں جاری نہیں ہوتا مگر اس کے فائدے میں بھی جاری ہوتا ہے،

پس اگر عام آدمی حکمران کا حق ادا کرے اور حکمران شہری کے حقوق کو ادا کرے تو حق ان کے درمیان عزیز ہو جائے گا، دین کی تعلیمات مضبوط ہو جائیں گی عدالت کے تقاضے پورے ہو جائیں گے۔" واضح ہے کہ اگر لوگوں کو ان کا حق صحیح طرح سے مل جائے تو کوئی پریشان نہ ہوگا اور اس کی زندگی خوشگوار گزرے گی۔

۹۔ یتیموں کی کفالت کا اہتمام

معاشرے کا ایک انتہائی محترم اور بے سہارا طبقہ یتیم خاندانوں کا ہے۔ ان کا سرپرست نہیں ہے اس طبقے کی زندگی کے مسائل بہت سخت ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالی نے ان کی دیکھ بھال کی اپنی کتاب میں بہت تاکید فرمائی ہے اور یتیموں کو دھتکارنے کی بڑی سزا کا اعلان بھی فرمایا ہے بلکہ جہنمیوں کے عذاب کے ایک سبب ان کا یتیموں کو دھتکارنا ہی ہے جس کا وہ خود اعتراف کرتے ہیں چنانچہ قرآن میں آیا ہے "ولاتحاضون علی طعام المسکینِ۔" یتیم افراد بھی معاشرے کا ایک حصہ ہیں لہٰذا ان کی زندگی کی بنیادی سہولیات کا فراہم ہونا نہایت ضروری ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام ان کو بہت اہمیت دیتے تھے اپنی پشت مبارک پر یتیموں کے لئے کھانا لے کر جاتے یا کبھی تو خود ان کے گھر جا کر کھانا کھلانے کے بعد ان یتیم بچوں کے ساتھ دیر تک کھیلتے بھی تھے تاکہ یہ خوشحال ہوں۔ کیا آج کا کوئی حکمران ایسا کرتا ہے؟ یا عام انسان کے دل میں اس حد تک ہمدردی ہے؟ کیا ہمارے معاشرے میں یتیموں، ناداروں، بیماروں، بوڑھوں بے سہارا لوگوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟ امیر المؤمنین علیہ السلام تاکید سے فرماتے ہیں:

"الله الله فی الایتام فلا تغبوا افواههم، و لایضیعوا بحضرتکم۔"[19]

ترجمہ: "خدارا! خدارا! یتیموں کا خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ ان کو کبھی کچھ کھانے کو ملے اور کبھی بھوکے رہ جائیں اور تمہاری موجودگی میں ان کے حقوق ضائع ہو جائیں۔

امام علی علیہ السلام اس میں اگرچہ وصیت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو فرماتے ہیں لیکن اس میں مقصود ہم سب ہیں، ہم سب کو یتیموں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۰۔ مساوات

اس کا تعلق عمومی دولت کی تقسیم سے ہے۔ وہ اموال جن میں سب لوگوں کا برابر حق ہے ان کی تقسیم بھی برابر

ہونی چاہئے۔ جب سب لوگوں کو برابر حصہ ملے تو وہ اپنے ملک کے نظام پر خوش اور راضی رہتے ہیں اور کسی طرح کا احساس محرومی ان میں پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اگر غلط امتیازات کو دولت کی تقسیم کا معیار و ملاک بنا لیا جائے تو معاشرے کا نظام غیر متوازن ہوتا ہے، جن کو بلاوجہ نوازا گیا ہے وہ امیر ہو جاتے ہیں اور اس کے مقابلے میں محروم طبقہ اقتصادی لحاظ سے پریشان ہو جاتا ہے، چونکہ معاشرے میں ایسے ہی لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے پورا معاشرہ اس ناانصافی کا شکار ہوتا ہے اور ان کی زندگی متاثر ہو جاتی ہے۔ ہمیں تاریخ میں ایسے واقعات و حالات پڑھنے کو ملتے ہیں کہ جہاں پر عوام نے اپنے ہی حکمران اور خلیفہ کے خلاف اقدام کیا یہ اسی طبقاتی برتری اور اقرباپروری اور خاندانی امتیازات کو سامنے رکھنے کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے بعض بیت المال ہی سے لاکھوں درہم و دینار کے مالک ہوگئے۔ ان امتیازات اور برتریوں کو معاشرے کا عام فرد نے دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور وقت کے حکمران کے گھر کے گرد حصار ڈال دیا اور ان کو اپنے ہی گھر میں قتل کرکے بہت دور تک اندرونی خلفشار کا بیج بویا۔ جس سے بعض مفاد پرست عناصر نے بہت فائدہ اٹھایا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عمومی دولت کو سب میں برابر تقسیم کی جانی چاہئے۔

اسی کی جانب امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے جب عمار بن یاسر اور ابوہیثم تیہان کو مدینہ کے بیت المال کا مسؤول مقرر فرمایا تو ان کو یہ ہدایت دی: "عرب، قریش، انصار و غیر عرب، جو بھی مسلمان ہے عرب قبیلہ کا ہو یا غیر عرب (عجم) سب برابر ہیں۔" یہ ہے مساوات کی اعلی مثال کہ جب دولت کے مالک عوام ہیں تو سب کا حصہ برابر ہے۔ اسی طرح ایک دن سہل بن حنیف ایک آزاد شدہ غلام کو امام علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا اور پوچھا: "اسے بیت المال سے کتنا حصہ دیں گے؟" امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے کتنا لیا ہے؟ عرض کیا: "تین دینار اور دوسروں نے بھی اتنے دینار ہی لئے ہیں۔" امام علیہ السلام نے فرمایا: "غلام آزاد شدہ کو بھی اتنے ہی دیدو، یعنی تین دینار۔"[20]

امام علیہ السلام کے بیت المال کو مساوی تقسیم کرنے پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا: "اگر یہ مال میرا اپنا ہوتا تو بھی برابر تقسیم کرتا یہ تو بیت المال ہے، ان اموال میں کسی کو دوسرے پر برتری نہیں ہے، اسے خدا نے اس طرح تقسیم کیا ہے، یہ خدا کا مال ہے اور تم سب خدا کے بندے ہو اور یہ خدا کی کتاب ہے، ہم نے اس کا اقرار کیا، ایمان لائے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم ہیں اور پیغمبرﷺ کی سنت ہمارے درمیان ہے، پس سر تسلیم خم ہو جاؤ، اللہ تم پر رحم کرے، جو اس پر راضی نہیں جدھر جانا چاہتا ہے جائے۔"[21]

۱۱۔ انفاق و قناعت

وہ امور جن پر عمومی رفاہ اور خوشگوار زندگی کا تعلق ہے اور ایک مفید و مؤثر عامل ہے وہ انفاق اور قناعت ہے۔

آدمی کو جو کچھ اسے میسر آتا ہے اس پر راضی رہے تو اس کی زندگی خود بخود خوشگوار ہو جاتی ہے۔اسلام میں انفاق کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں انفاق کرنے والوں کی تعریف ہوئی ہے اور اسے مؤمن کی صفات میں سے شمار کیا گیا ہے۔چونکہ میرے مقالے کا عنوان محدود ہے اس لئے ہم اس بارے میں بھی صرف حضرت علی علیہ السلام کی فرمایشات پر اکتفا کرتے ہیں چنانچہ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: "زندگی کے اعتبار سے وہ شخص بہت اچھا ہے کہ جس کے فاضل میں لوگ زندگی گزارتے ہیں۔"[22] (یعنی لوگ اس کے فاضل اور اضافی خرچ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔)

توجہ فرمائے کہ وہ لوگ جن کے پاس اپنی ضروریات سے زیادہ مال و دولت ہے اس کی اضافی مقدار کو ضرور تمندوں پر خرچ کریں تو ان ناداروں کی زندگی بھی چین و سکون کے ساتھ بسر ہو سکتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں کتنے سارے ایسے ہیں جن کے ہاں دولت کی فراوانی ہے جبکہ اس کی ہمسایگی میں محتاج و فقیر لوگ رہتے ہیں، یہ امیر اپنے زائد سرمایے کو فضول خرچیوں اور اسراف کرکے خوش ہوتا ہے لیکن وہ اپنے ضرور تمند مؤمن بھائی پر کچھ خرچ کرنے کو تیار ہی نہیں ہوتا ہے۔امام علی علیہ السلام کا ایک اور شاندار فرمان ہے کہ فرماتے ہیں: "یقیناً اس شخص کی زندگی تمام لوگوں سے بہتر ہے کہ جس کی زندگی میں لوگوں کی اچھی زندگی بسر ہوتی ہے۔"[23] نیز امام علیہ السلام انفاق کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "خبردار انفاق کرنے سے دست کش نہ ہونا کیونکہ اپنے دن کی جس روزی ورزق کو تم بچا رہے ہو،اس میں تم غیر کے خازن ہو۔"[24]

واضح ہے کہ بچا کر رکھنا حرام نہیں امام علیہ السلام یہاں اس عمل کی فضیلت و اہمیت کو یوں بیان فرما رہے ہیں کہ در حقیقت تمہارے اس دیئے ہوئے مال میں تمہارے بھائی کا بھی ایک حق ہے یا یہ کہ دراصل اس مال کا حقیقی مالک خدا ہے اور تم اس کے امین و خازن ہو اس اضافی مال کو خدا کی رضا کی خاطر اس کے ضرور تمند بندوں تک بھی پہنچاؤ۔

اسی سلسلے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:"ان الله فرض فی اموال الاغنیاء اقوات الفقراء فما جاع فقیر الا بما منع به غنی والله سائلهم عن ذلک"[25] ترجمہ: "بتحقیق اللہ سبحانہ وتعالی نے امیروں کے اموال میں فقراء کا خرچہ واجب کیا ہے پس کوئی فقیر اسی وقت بھوکا رہ جاتا ہے جب امیر ان کے حصے کا خرچہ ادا نہ کرے۔ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "جب تمہیں رزق و روزی دی جائے تو تم وسعت دو۔"

یہ وسعت اسی انفاق کے ذریعے سے ہو سکتی ہے اور یہ اپنے عیال سے لے کر دوسرے ضرور تمندوں کو بھی شامل ہے۔ نیز ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں غیر کے اوپر تمہارا لباس اس سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔یعنی جس کو تم خود پہنتے ہو وہ جلدی پرانا ہو کر پھٹ جاتا ہے لیکن جو تم دوسرے کو عطا کرتے ہو وہ تمہارے لئے باقی رہتا ہے۔ پس آدمی کو وہ کام کرنا چاہئے جس کا فائدہ دائمی ہو اور وہ مال کے انفاق کرنے میں ہے۔اس سے

معاشرے کی حالت بھی اچھی ہو جاتی ہے اور آدمی اسراف و فضول خرچی کے گناہ سے بھی بچ جاتا ہے۔

۱۲۔ صحت عامہ

وہ ذرائع جن کا آسانی سے میسر ہونا ایک معاشرتی خوشحالی کے لئے ضروری ہے وہ علاج معالجے کی سہولیات ہیں۔ ہر معاشرے کی انتہائی ضروری چیز یہ ہے کہ ملک میں علاج کی بہترین سہولتیں آسانی سے فراہم ہوں۔ اگر معاشرہ بیمار ہو تو اس میں آسودگی اور خوشحالی کا تصور بے معنی ہو جاتا ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام صحت و تندرستی کے بارے فرماتے ہیں: "صحت و تندرستی دو لذتوں میں سے زیادہ لذیذ ہے۔"[26]

ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں: "صحت بڑی نعمت ہے۔"[27] اس فرمان کے مطابق تو اگر انسان کو اور ساری نعمتیں اور آسایشات میسر ہوں لیکن آدمی کی صحت نہ ہو تو ان نعمتوں اور آسایشات کا کوئی مزہ نہیں رہتا۔ آج کی دنیا میں دیکھئے کتنے سارے دولت والے ہیں لیکن ان کو مختلف بیماریوں نے ایسے جکڑ لیا ہے کہ کوئی نمکین غذا سے دور رہتا ہے تو کوئی شکر والی چیزوں سے اجتناب کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ چونکہ وہ تندرست اور صحت مند نہیں اسی لئے ہر چیز اچھی نہیں لگتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام بھی ارشاد فرماتے ہیں: "صحت کے ذریعے لذت کامل ہوتی ہے۔"[28] یعنی صحت ہے تو زندگی کا مزہ اور دوسری نعمتوں میں بھی لذت ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں: "مزاج صحیح ہے تو کھانے کی لذت محسوس ہوتی ہے۔" ان فرامین سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تندرستی کا انسان کی خوشحالی اور آسودگی میں بہت بڑی دخالت ہے، لہٰذا ایک معاشرے کی عمومی تندرستی کے لئے لازمی ہے کہ صحت عامہ کے ذرائع آسانی سے میسر ہوں۔

نتیجہ

ان تمام نکات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عوام کی زندگی کی خوشحالی اور آسودگی اس وقت ہی ممکن ہے کہ جب معاشرے کے لوگوں کو تعلیم و تربیت کا بہتر انتظام ہو اور اسی طرح ہنر اور صنعت و تجارت کے امور ترقی کی راہ پر ہوں روزگار کے مواقع فراہم ہوں، بازار پر کنٹرول ہو ذخیرہ اندوزی کا سدّ باب ہو عمومی اموال کی تقسیم برابر ہو۔ صحت اور ورزش کی سہولیات فراہم ہوں علاج معالجے کا مسئلہ آسان اور سستا ہو۔ ان سب کی فراہمی اگرچہ ایک حکومت کی اولین ذمہ داری بنتی ہے لیکن اس کے ساتھ معاشرے کا ہر فرد اپنے ہی حساب سے ذمہ دار ہے ایک عام رفاہی عوامی زندگی کے لئے خدمت خلق کو ایک عبادت سمجھ کر انجام دے۔ اپنی زائد آمدنی میں سے دوسروں پر خرچ کرے، اسراف و تبذیر یعنی فضول خرچیوں سے اجتناب کرے بلکہ اپنے زائد خرچے کو ہوا میں اڑانے کے بجائے ہمسایوں، یتیموں اور غریبوں پر خرچ کرے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ "كلكم راع و كلكم

مسؤل عن رعيته"۔ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے سوال ہوگا۔ پس اس فرمان کی روشنی میں ہر شخص کی اپنی حیثیت کے مطابق ذمہ داری بنتی ہے۔ ہم نے مقالہ ہذا میں رفاہ عامہ کے کچھ اہم ذرائع اور قدروں کو تعلیمات امام علی علیہ السلام کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال یہ موضوع تفصیل طلب ہے لیکن ہم نے اہم نکات پر ہی اکتفاء کیا ہے۔اللہ ہم سب کو اپنا انفرادی و اجتماعی فریضہ خوش اسلوبی سے انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

*****

References

---

1 .Muhammad R aza Alhakami, Muhammad Alhakimi, Ali Alhakimi, ALhayat,Vol,4,(Tehran, Dafter Nasher Farhung Islami, 1415,AH)126.

محمد رضا الحکیمی، محمد الحکیمی، علی الحکیمی، *الحیاة*، ج4، (تہران، دفتر نشر فرهنگ اسلامی، 1415ھ۔ق)، 126۔

2. Ibid.

ایضاً۔

3. Muhammad bn Jareer, Altibri, *Tareekh Tibri*, Vol.4, (Beirut, Moassish Alalami llmvboat, nd.),91; Abdul Hameed bn Hibat ul-Allah, ibn Abi Alhdeed, *Shareh Nahj ul Balaghah*, Vol.4, (Qum, Maktaba Ayat ul Allah Almarashi Al Najafi, 14014 AH), 109; Muhammad Baqer, Majlesi, *Behar Alanwar*, Vol. 41, (Beirut, Moassisah Alwafa, 1983), 132; Ahmad bin Katib, Albalazari, *Ansab ul Ashraf*, Vol.3, (Beirut, Dar Ul Fiker, 1417 AH), 154.

محمد بن جریر، الطبری، *تاریخ طبری*، ج4، (بیروت، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، سن ندارد)، 91؛ عبد الحمید بن ہبة اللہ، ابن ابی الحدید، *شرح نہج البلاغہ*، ج4، (قم، مکتبة آیة اللہ المرعشی النجفی، 1414ھ۔ق)، 109؛ محمد باقر، مجلسی، *بحار الانوار*، ج41، (بیروت، مؤسسة الوفاء، 1983)، 132؛ احمد بن یحییٰ، البلاذری، *انساب الاشراف*، ج3، (بیروت، دار الفکر، 1417ھ، ق)، 154۔

4. Muhammad Yaqoob Kulaini, *Usool Kafi*, Vol.5, (Qum, Intesharat Uswah, 1385 SH), 86, Hadit: #8; Al Hassan bn Ali bn Al Hussain bn Shubah, al-Harani, *Tohaf ul Uqool*, (Qum, Muassisah al-Islami, 1414AH), 220.

محمد یعقوب، کلینی، *اصول کافی*، ج5، (قم، انتشارات اسوہ، 1385 شمسی)، 86، رقم الحدیث: 8؛ الحسن بن علی بن الحسین بن شعبة، الحرانی، *تحف العقول*، (قم، مؤسسة الاسلامی، 1414ھ۔ق)، 220۔

5. Imam Zaid bn Ali Alhusain bn Ali bn Abi Talib, *Musnad Al-Imamam Zaid*, (Beirut, Muassisah Alwafa, nd.), 255.

امام زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب، *مسند الامام زید*، (بیروت، مؤسسۃ الوفاء، سن ندارد)، 255۔

6. Ahmad bn Ishaq, Yaqoobi, Ibn Wazeh, *Tarikh Alyaqoobi*, Vol.2, Trajma: Muhammad Ibrahim Aayati, (Tehran, 1382 SH), 203.

احمد بن اسحاق، یعقوبی، ابن واضح، *تاریخ الیعقوبی*، ج2، ترجمہ: محمد ابراہیم آیتی، (تہران، 1382 شمسی)، 203۔

7. Syed Razi, Sharif, *Nahj ul Balaghah*, Maktoob 53.

سید رضی، شریف، *نہج البلاغہ*، مکتوب 53۔

8. Muhammad bn al-Hassan, Alhur, Alaamili, *Wasael al-Shiaha*, Vol. 13, Hadit: #102, (Beirut, Dar Ahaya al-Turadh al-Arabi, 1403 AH), 195; Majlesi, *Behar Alanwar*, Vol. 93, 26, & 27.

محمد بن الحسن، الحر، العاملی، *وسائل الشیعۃ*، ج13، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1403ھ ق)، 195، رقم الحدیث: 102؛ مجلسی، *بحار الانوار*، ج93، 26اور 37۔

9. Abd ul-Allah bn Jafar, Himyari, *Qurb ul-Asnad*, (Qum, Muassisah Aal-byat, 1413 AH), 115; Ibid, *Behar ul-Awar*, Vol. 102, 56, Hadit: #10.

عبداللہ بن جعفر، حمیری، *قرب الاسناد*، (قم، مؤسسۃ آل البیت، 1413ھ ق)، 115؛ ایضاً، *بحار الانوار*، ج102، 56، رقم الحدیث: 10۔

10. Muhammad bn al-Hassan, Al-Hussaini, Aaamili, *Almowaaez Ul Adadiyah*, (Qum, Dafter Nasher Alhadi, 2019), 55.

محمد بن الحسن الحسینی، العاملی، *المواعظ العددیہ*، (قم، دفتر نشر الھادی، 2019)، 55۔

11. Al-Hassan bn Al-Hussain bn Shabah, Alharani, *Tohaf ul Uqool*, (Qum, Muassisah Alislami, 1414 AH), 111.

الحسن بن الحسین بن شعبۃ، الحرانی، *تحف العقول*، (قم، مؤسسۃ الاسلامی، 1414ھ ق)، 111۔

12. Kulaini, *Usool Kafi*, Vol.5, 139, Hadit: #32; Muhammad bn Al-Hassan, Altoosi, *Tahzeeb Ul Ahkam*, Vol. 6, (Tehran,Dar al Kutub Alislamiah,,1407,AH),383, Hadit: #11277; Markaz Tahqiqat kmpiutri Uloolm Islami, *Danish Nameh Alavi*, Vol. 4, (Qum, Markaz Tahqiqat Uloom Islami, 1386 SH), 88.

کلینی، *اصول کافی*، ج5، 139، رقم الحدیث: 32؛ محمد بن حسن، الطوسی، *تہذیب الاحکام*، ج6، (تہران، دارالکتب الاسلامیہ، 1407ھ ق)، 383، رقم الحدیث: 1127؛ مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی، *دانش نامہ علوی*، ج4، (قم، مرکز تحقیقات علوم اسلامی، 1386 شمسی)، 88۔

13. Ibid, *Usool kafi*, Vol.5, 149, Hadit: #9; Muhammad bn Ali bn Baboveh, *Al-khisal*, (Qum, Jamiah Mudarreseen, 1362 SH), 621.

ایضاً، *اصول کافی*، ج5، 149، رقم الحدیث: 9؛ محمد بن علی بن بابویہ، *الخصال*، (قم، جامعہ مدرسین، 1362ھ ق)، 621۔

14. Ibid, 319, Hadit: #59.

ایضاً، 319، رقم الحدیث: 59۔

15. Ibid.

ایضاً۔

16. Nuaman bn Muhammad bn Mansoor, Qazi, *Daaeim Alislam*, Vol.2, Hadit: #1913, (Qaherah, Dar almaarif, 1383 SH), 538, Bahwala: Danish Namah Alavi, Vol.4.

نعمان بن محمد بن منصور، قاضی، *دعائم الاسلام*، ج2، رقم الحدیث: 1913، (قاہرہ، دار المعارف، 1383)، 538؛ ایضاً، بحوالہ دانش نامہ علوی، ج4۔

17. Muhamood bn Umar, Al-Zamakhshari, *Rabee AL-Abrar*, Vol. 4, (Beirut, Muassisah al-alami lilmatbooaat, 1412 AH/1992), 154.

محمود بن عمر، الزمخشری، *ربیع الابرار*، ج4، (بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 1412ھ ق/1992)، 154۔

18. Muhammad, Dashti, Tarjumah: *Nahj al Balagha*, (Qum, Bostan kitab, 1384 SH), Maktoob 53.

محمد، دشتی، ترجمہ: *نہج البلاغہ*، (قم، بوستان کتاب، 1384 شمسی)، مکتوب 53۔

19. Ibid.

ایضاً۔

20. Muhammad Ray, Shahri, Muhammad, *Danish Namah Ameer Almomneen (A.S)*, Vol. 4, (Qum, Muassisah Elmi Farhangi, 1382 SH), 127.

محمد رے، شہری، محمد، *دانش نامہ امیر المؤمنینؑ*، ج4، (قم، مؤسسہ علمی فرہنگی، 1382 شمسی)، 127۔

21. Alharani, *Tohaf ul Uqool*, 184.

الحرانی، *تحف العقول*، 184۔

22. Syed Husain, Shaikh Al-Islami,Mutrajam: Nisar Zain Pori, *Aqwal Imam Ali (A.S)*, (Lahor, Idarah Minahaj Al-Saleheen, 2012), 154.

سید حسین، شیخ الاسلامی، مترجم: نثار زین پوری، *اقوال امام علیؑ*، (لاہور، ادارہ منہاج الصالحین، 2012)، 154۔

23. Ibid, 156.

ایضاً، 156۔

24. Ibid.

ایضاً

25. Dashti, *Nahj Ul-Balagha*, Hikmat.328; Muhammad bn Al-Fattal, Al-Nishapori, *Raozat Al-waezeen*, (Al-Najaf Alashraf, Al-Maktbah Al-Haideryah, 1386 SH/1966), 497.

دشتی، نہج البلاغہ، حکمت، 328؛ محمد بن الفتال، النیشابوری، روضۃ الواعظین، (النجف الاشرف، المکتبۃ الحیدریۃ، 1386ھ ق/1966)، 497۔

26. Syed Husain, *Aqwal Imam Ali (A.S)*, 400.

سید حسین، اقوال امام علی، 400۔

27. Ibid.

ایضاً

28. Ibid.

ایضاً